جناب ریاض الحسن نوری ایم۔ اے

ایک حدیث کی تحقیق

(۲)

جہاں تک صاحب موصوف کا دعویٰ ہے اور جو دہ عربی کے طالب علموں کو سبق دے رہے ہیں کہ "رأینا" کا مطلب فقہی رائے ہے تو یہ سراسر غلط ہے۔ اگر وہ اس قدر زحمت گوارا کرتے کہ اس روایت کے مختلف طرق صحاح ستہ اور بیہقی وغیرہ میں دیکھ لیتے تو ان کو ایسا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ فقہی اصطلاحات اور بولیاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کی ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ روایت بالمعنی کو بھی محدثین جائز سمجھتے رہے ہیں اور شروع میں تو اس پر عمل بھی کافی ہوتا رہا ہے۔ پس "رأینا" کے اصلی معنی وہی ہوں گے جو محدثین عظام فرمائیں گے جنہوں نے حدیث کو خود سنا اور روایت کیا نہ کہ چودہ سو سال بعد کے ایک یا چند متجددین جن کی دانش اقبال کی اصطلاح میں فرنگی ہو چکی ہو۔

جیسا کہ علمائے حدیث کو معلوم ہے کہ صحیح مسلم پر امام مسلم کے شاگرد رشید ابو عوانہ نے "مستخرج" لکھی ہے۔ شاہ عبدالعزیز، بستان المحدثین میں اس کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اصطلاح محدثین میں "مستخرج" اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسری کتاب کی حدیثوں سے ثابت کیا جائے اور ترتیب اور متون اور طرق اسناد میں اسی کتاب کے طریق کو ملحوظ رکھے۔ اور اپنی سند کو اس طریق سے بیان کرے کہ اس کتاب کا مصنف درمیان میں نہ رہے جس پر یہ "مستخرج" ہے۔ بلکہ اپنے واسطے کو اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ یا اور اوپر تک بیان کر دے اور جب اس طرح پر دوسرے طریق سے بھی یہ روایت ثابت ہو گئی تو اس کتاب کے مصنف

پر زیادہ وثوق اور اعتبار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مستخرج کو صحیح اس سبب سے کہتے ہیں کہ مسلم کے طرق اور اسانید کے علاوہ اور طرق اسانید کا بھی اضافہ کر دیا ہے بلکہ قدرے قلیل متون میں زیادتی بھی کی ہے۔ پس گویا یہ ایک مستقل کتاب ہوگئی۔ ذہبی نے اس صحیح سے ایک کتاب علیحدہ انتخاب کی ہے جو منتقی الذہبی کے نام سے مشہور ہے۔ اصل کتاب کے بعض حصے حال ہی میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئے ہیں اور نام "مسند ابو عوانہ" لکھا ہے۔ اس کتاب کی جلد چہارم صفحہ ۶۰، ۶۱ پر مذکورہ بالا روایت کو امام مسلم کے شیخ الشیخ ابوالاشہب سے اوپر تک متصل پانچ مختلف سلسلہ اسناد سے روایت کیا گیا ہے۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت اور اس کی اسناد سے ثابت ہے:

"حدثنا الصغانی قثنا ابو نعیم قثنا ابوالاشہب ح وحدثنا ابوامیۃ قثنا ابونعیم وعبید اللہ بن موسیٰ وشریح بن النعمان ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان عندہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ ... فذکر من الاصناف ما ذکر قال ابوالاشہب یعنی المال حتی ظننا انہ لاحق لاحد منا فی فضل"

ابوعوانہ کی روایت ایک تو پانچ مختلف اسناد سے مروی ہے، دوسرے اس میں "ظننا" سے پہلے خاص طور پر "قال ابوالاشہب" درج ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں ابوالاشہب نے "ظننا" کا لفظ ہی استعمال کیا تھا اور مسلم والی روایت میں بعد کو یہ حدیث بالمعنی روایت کی گئی اور "رأینا" کے بجائے اس کے ہم معنی لفظ کے طور پر "ظننا" کا لفظ استعمال کر دیا گیا پس ثابت ہوا کہ اصل روایت میں لفظ "ظن" ہی تھا اور مسلم کی روایت میں "رأینا" ظن کے معنی میں ہی روایت بالمعنی کے طور پر آیا ہے۔ پس اس کا مطلب "فقہی رائے ہوگئی" ہرگز نہیں لیا جا سکتا۔

حدیث زیر بحث کے ساتھ ابوعوانہ نے اسی باب میں ایک اور حدیث بھی بیان کی ہے اور دونوں حدیثوں کو ایک ہی باب میں درج کیا ہے اور باب کا عنوان یہ باندھا ہے:

"باب الخبر الموجب علی من لہ فضل ظہر او زاد او غیر ذالک وھو فی سفر ان یعود بہ علی من لا ظہر معہ او من لا زاد معہ وعلی من جمعا ظہراً وزاداً بیخرج ممنعتہ علہ ان یعد بعضہ الی من یحترج"

دوسری حدیث جو اس باب کے تحت دی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

"حدثنا الصغانی وجعفر الصائغ قالا ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد قال انبأ ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فتی من اسلم - ورب قال حماد: رجل[1] من اسلم - اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! انی ارید الجہاد ولیس عندی ما اتجہز بہ، فقال: اذہب الی فلان فقد مرض فقل لہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرئک السلام ویأمرک ان تعطینی ما تجہزت بہ فأتاہ فقال: یا فلانۃ اعطی الذی ما جہزتنی بہ فاعطیہ ایاہ ولا تحبسی عنہ شیئا فلا یبارک فیہ! وقال الصغانی: فیبارک لہ فیہ"

ابوعوانہ نے اس باب سے اگلا باب جو باندھا ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غزوہ کا ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ مگر ہم باب یہیں پر نقل کئے دیتے ہیں کیونکہ اس روایت پر بھی اس سے روشنی پڑتی ہے۔ باب کا عنوان یہ ہے:

"بیان الخبر المبیح الاباحۃ لامیر القوم فی السفر ان یأمر من عندہ فضل زاد ان یطعم منہ من لا زاد معہ، وعلی اباحۃ احضار القوم طعامہم یخلطونہا ویجتمعون علی أکلہا"

دیکھئے یہاں لفظاً "اباحۃ" استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے مطلب مستحب ہے۔ حضورؐ کے دور میں کبھی واجب کا لفظ تاکیداً مستحب کے لئے استعمال ہوتا تھا اور کبھی مستحب کے لئے اباحت کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا مثال سے ظاہر ہے۔

خود مرفوع حدیث میں واجب کا لفظ مستحب کے لئے تاکیداً استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

---

[1] دیکھئے بعض مرتبہ ایک ہی راوی، ایک ہی مرتبہ ایک لفظ استعمال کرتا ہے اور بعض مرتبہ دوسرا لفظ استعمال کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جو لفظ زیادہ واضح ہوگا اس کو مقبولیت حاصل ہوگی۔ یعنی اس مثال سے پتہ چلا کہ رجل نوجوان کو بھی کہہ سکتے ہیں اور بوڑھے کو بھی۔ مگر "فتی" کے استعمال سے پتہ چل گیا کہ وہ نوجوان ہی تھا اور جب "رجل" کا لفظ استعمال کیا، اس وقت بھی مطلب نوجوان ہی تھا۔

جامع الصغیر میں ابوسعید خدریؓ ہی کی روایت یوں ہے:

"۵۷۲۳ - غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم" (موطا امام مالک - احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجۃ) (صحیح)

مناوی اس کی شرح فیض القدیر میں لکھتے ہیں:

"واجب) ای کالواجب فی التأکید او فی الکیفیۃ لا فی الحکم"

اس سے اگلی حدیث فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں مندرجہ ذیل ہے:

"غسل یوم الجمعة واجب کوجوب غسل الجنابۃ - الرافعی عن ابی سعید" (صحیح)

اس کی شرح میں مناوی لکھتے ہیں:

"(غسل یوم الجمعة واجب) ای ثابت لا ینبغی ترکہ لا مایؤثم بترکہ کما یقال رعایتک فلان علینا واجبۃ"

یعنی اس سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے غسل کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ترک سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی رعایت ہم پر واجب ہے۔

مزید مناوی فرماتے ہیں:

(کوجوب غسل الجنابۃ) یعنی کصفۃ غسل الجنابۃ فالتشبیہ لبیان صفۃ الغسل لا لبیان وجوبہ"

اس کے ساتھ مزید دو روایات:

تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر -

۶۵۴ - حدیث: "اذا اتی احدکم الجمعۃ فلیغتسل" متفق علیہ من حدیث ابن عمر ورواہ ابن حبان واللفظ لہ ولہ طرق کثیرۃ وعد ابوالقاسم بن مندہ من رواہ عن نافع ابن عمر فبلغوا ثلاثمائۃ وعد من رواہ غیر ابن عمر فبلغوا اربعۃ وعشرین صحابیا وقد جمعت طرقہ عن نافع فبلغوا مائۃ وعشرین نفسا"

۶۵۵ - حدیث: "من توضأ یوم الجمعۃ فبہا ونعمت ومن غسل فالغسل افضل" (احمد واصحاب السنن وابن خزیمۃ من حدیث الحسن

عن سمرۃ وقال الترمذی: حدیث حسن ورواہ بعضہم عن قتادۃ عن الحسن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلاً "

اس حدیث پر بحث کو آخیر میں ابن حجر یوں ختم کرتے ہیں:

تنبیہ: من اقوی ما یستدل بہ علی عدم الفریضۃ الغسل یوم الجمعۃ مارواہ مسلم عقیب احادیث الامر بالغسل عن ابی ھریرۃ مرفوعاً من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعۃ فاستمع وانصت، غفرلہ ما بین الجمعۃ الی الجمعۃ وزیادۃ ثلاثۃ ایام)

غرض اس سلسلہ کی تمام احادیث اور روایات کو سامنے رکھ کر جس میں حضرت عثمانؓ کا مشہور واقعہ بھی ہے جب کہ آپ صرف وضو کر کے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں داخل ہوئے تھے) قریب قریب سب ہی علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ فقہی بولی میں جمعہ کا غسل فرض نہیں ہے۔ غرض یہ چیز بالکل واضح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعد کی رائج کردہ فقہی بولیوں میں گفتگو نہیں ہوا کرتی تھی۔

اب اور آگے بڑھئے، اسی روایت کو امام مسلم کے شیخ الشیخ بلکہ خود امام مسلم کے شیخ شیبان سے امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں دو مختلف سلسلہ اسناد سے بیان کیا ہے جن میں سے ایک سلسلہ سند تو وہی ہے جو ابو عوانہ کا ہے۔ مگر دوسرا سلسلہ سند مختلف ہے ابو داؤد کی روایت حسب ذیل ہے:

۱۶۶۳ حدثنا محمد بن عبد اللہ الخزاعی وموسیٰ بن اسماعیل قالا ثنا ابو الاشہب عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری، قال: بینما نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر اذ جاء رجل علی ناقۃ لہ، فجعل یصرفہا یمیناً وشمالاً، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان عندہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ ومن کان عندہ فضل زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ، حتی ظننا انہ لا حق لاحد (منا) فی الفضل۔

پس واضح ہوگیا کہ ابو عوانہ نے پانچ سلسلہ اسناد سے مسلم کے شیخ الشیخ اور امام ابو داؤد نے دو مختلف سلسلہ اسناد سے خود مسلم کے شیخ شیبان بن فروخ ابی شیبہ الحبطی الا بلی ابو محمد سے روایت کیا ہے۔ غرض ان سات سلسلہ اسناد سے روایات آئی ہیں۔ ان سب میں لفظ "ظننا"

استعمال ہوا ہے۔ پس مسلم کی روایت میں "رأینا" کا لفظ جو آیا ہے تو وہ "ظننا" ہی کے معنوں میں آیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس روایت کو کتاب الزکوٰۃ باب حقوق المال میں درج کیا ہے۔

اب مزید اور تحقیق کے دائرے کو آگے بڑھائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام بیہقی نے بھی اپنے دو سنئے سلسلہ اسناد سے اسی روایت کو امام مسلم کے شیخ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں میں لفظ "ظننا" ہی آیا ہے۔

بیہقی نے اس روایت کو کتاب الزکوٰۃ ہی میں درج کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ابوداؤد کی طرح ان کی رائے میں بھی یہ مسئلہ مسافر کو زکوٰۃ دینے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے باب "کراهیة امساك الفضل وغیرہ مما یحتاج الیه" میں درج کیا ہے:

"اخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ اخبرنی ابو النضر الفقیه ثنا ابو عبد الله محمد بن نصر الامام واحمد بن النضر بن عبد الوهاب ابو الفضل قالا ثنا شیبان بن ابی شیبة الابلی حدثنا ابو الاشهب عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال بینما نحن فی سفر مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ جاء رجل علی راحلة له قال فجعل یضرب یمینا وشمالا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان معه فضل من ظهر فلیعد به علی من لا ظهر له ومن کان عنده فضل من زاد فلیعد به علی من لا زاد له قال فذکر من اصناف المال ما ذکر حتی ظننا انه لا حق لاحد منا فی فضل" رواه مسلم فی الصحیح عن شیبان بن ابی شیبة۔"

پس بیہقی کو شامل کر کے واضح ہوگیا کہ نو سلسلہ اسناد میں لفظ "ظننا" استعمال ہوا ہے۔ غرض نو سلسلہ اسناد کے محدثین نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ اصل روایت کا لفظ "ظننا" ہی ہے۔

اب یہ دیکھا جائے کہ "ظننا" کن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے، مگر ہم اس میں بولنے والے کون ہیں، اس کا فیصلہ خود نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنیئے کہ اصل قول فیصل آپ ہی کا ہو سکتا ہے۔

حضور (فداہ ابی وامی) فرماتے ہیں:

"ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ"

یعنی جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق وصیت فرماتے رہے حتی کہ مجھے یہ یہ خیال ہونے لگا کہ اب یہ اسے وراثت میں بھی شریک کر دیں گے"

فیض القدیر میں ہے کہ ابن عمرؓ کی روایت سے یہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد میں آئی ہے۔ مناوی فرماتے ہیں کہ بعض الداب میں یہ حضرت انسؓ اور عائشہؓ سے بھی مروی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ "ظننا" (رأینا) کے الفاظ حدیث میں فقہی فتوے کے طور پر نہیں بلکہ گمان اور خیال ہونے کے معنی میں آتے ہیں۔

سیرت النبی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ اپنی رعایا کے لوگوں سے زبردستی نہیں بلکہ عاریتہً سواریاں، سامانِ جنگ اور دیگر اشیاء جہاد کے موقع پر لیا کرتے تھے۔ اور جو فی سبیل اللہ دیتا، اس کو بھی قبول فرماتے۔ مگر اس سلسلہ میں آپ نے کبھی زبردستی یا چھیننے کا طریقہ استعمال نہیں کیا۔ اس کا ایک ثبوت صفوان بن امیہ کا واقعہ ہے جو حضورؐ کے ساتھ جنگِ حنین میں شامل تھے۔ اسد الغابہ میں ان کے متعلق یوں درج ہے (صفحہ ۲۲، جلد سوم)

"فنزل وسار مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی حنین واستعار منہ سلاحا فقال طوعا او کرھا فقال بل طوعا عاریۃ مضمونۃ"

یعنی صفوان بن امیہ حضورؐ کے ساتھ حنین گئے اور حضورؐ نے اس سے عاریتہً اسلحہ مانگا۔ اس پر اس نے پوچھا کہ یہ آپؐ زبردستی لینا چاہتے ہیں یا معاملہ میری مرضی پر منحصر ہے کہ چاہے میں دوں یا نہ دوں؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ بالکل تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ یہ اسلحہ عاریتہً لوں گا اور میں اس کا ضامن بھی ہوں گا یعنی جو نقصان ہو گا وہ پورا کیا جائیگا۔"

اس واقعہ کو ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں بھی درج کیا ہے اس میں مزید یہ ہے کہ حضورؐ نے صفوان بن امیہ کو غنائم میں سے حد سے زیادہ مال بھی دیا، الفاظ یہ ہیں:

"واعطاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغنائم یوم حنین فاکثر"

استیعاب میں یوں ہے:

"قال الزبیر اعطاہ من الغنائم فاکثر"

غرض حضورؐ نے نہ صرف عاریۃً ضمانت پر اسلحہ لیا۔ بلکہ مزید اس کے صلہ میں اسے بے انتہا مال میں غنائم میں سے دیا جو دوسروں کو نہ دیا۔ صفوانؓ کے اس واقعہ کو طبری نے بھی اپنی تاریخ میں محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے۔ سیرت طیبہ میں اس کو یوں درج کیا ہے:

"وذکر لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند صفوان بن امیہ ــ ولم یکن اسلم یومئذ بل کان مشرکا ــ ادراعا وسلاحا۔ فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ فقال: یا ابا امیہ اعرنا سلاحک نلقی بہ عدونا غدا، فقال صفوان: اغصبا یا محمد؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم: بل عاریۃ نؤدیہا الیک، قال لیس بہذا بأس، وفی روایۃ الامام احمد قال صفوان: عاریۃ مؤداۃ، فقال صلی اللہ علیہ وسلم: العاریۃ مؤداۃ، فاعطاہ مائۃ درع بما یکفیہا من السلاح ... قال: واستعار صلی اللہ علیہ وسلم من ابن عمہ نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ثلاثۃ آلاف رمح" (ص ۶۳، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون الجزء الثالث)

اوپر کے بیان سے ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے ۱۰۰ زرہیں عاریۃً لیں اور نوفل بن حارثؓ سے تین ہزار نیزے لئے اور یہ بھی عاریت کے طور پر لیے۔

ان نوفل بن حارثؓ کے متعلق اسد الغابہ ص ۴۶ جلد پنجم میں بھی مذکورہ بالا واقعہ دیا ہے۔ اور مزید لکھا ہے کہ آپ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے اور ان کا فدیہ حضرت عباسؓ نے ادا کیا تھا۔ آپ حضورؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ فدیہ کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ مگر دوسری روایت یہ ہے کہ غزوہ خندق کے زمانے میں آپ نے ہجرت کی اور اسلام لائے۔ بہرحال آپ فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے اور فتح مکہ میں حضورؐ کے لشکر میں شامل تھے۔ اس کے باوجود حضورؐ نے ان سے بھی زبردستی تین ہزار نیزے نہیں لئے بلکہ عاریۃً طلب کئے۔

ابوداؤد کتاب البیوع میں صفوان کے واقعہ کو تین مختلف روایات میں بیان کیا گیا ہے جس میں سے ہم صرف ایک پر اکتفا کرتے ہیں جسے بقول محشی ابوداؤد محی الدین عبدالحمید نسائی نے بھی روایت کیا ہے، اس کو ابوداؤد نے اپنے دو شیوخ سے روایت کیا ہے:

۳۵۶۲ " حدثنا الحسن بن محمد و سلمة بن شبیب ، قالا : ثنا یزید بن هارون ثنا شریک عن عبد العزیز بن رفیع عن امیہ بن صفوان بن امیہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعار منہ ادراعا یوم حنین فقال اغصب یا محمد؟ فقال (لا) بل عاریۃ مضمونۃ "

امام ابو داؤد نے ان احادیث کا باب یہ باندھا ہے :

باب وتضمین العاریۃ

اس باب کے آخر میں مندرجہ ذیل دو احادیث اور بیان کی ہیں جن سے اصل معاملہ پر روشنی پڑتی ہے ۔

۳۵۶۵ " حدثنا عبد الوهاب بن نجدة الحوطی ، ثنا ابن عیاش ، عن شرحبیل بن مسلم قال ، سمعت ابا امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : ان اللہ عزوجل قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث ولا تنفق المرأۃ شیئا من بیتها الا باذن زوجها ، فقیل یا رسول ولا الطعام ؟ قال ذاک افضل اموالنا) ثم قال : العاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ والدین مقضی والزعیم غارم و اخرجہ الترمذی وقد رواہ ترمذی فی الوصایا عن شیخان عن هناد بن السری وعن علی بن حجر وقال الترمذی (حسن صحیح)

جامع الصغیر میں یہ روایت مختصراً (عاریۃ مؤداۃ) مستدرک حاکم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی بیان کی گئی اور اس کو صحیح کہا ہے ۔ اس کی شرح فیض القدیر میں مناوی فرماتے ہیں کہ :

"قال الطیبی ولا یبعد (مؤداۃ) الی صاحبها عینا حال قیامها وقیمۃ عند تلفها "

طیبی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عاریۃ مانگی ہوئی چیز باقی ہو تو وہ واپس کی جائے گی اور اگر چیز تلف ہو گئی ہو تو قیمت ادا کی جائے گی ۔"

عاریۃ کے سلسلے میں فقہی اختلافات اور ابن حزم :

عاریۃ کے سلسلے میں اس پر اجماع ہے کہ عاریت پر چیز دینے والا جب چاہے واپس

لے سکتا ہے ۔ ہدایہ میں ہے کہ :

"للمعیر ان یرجع فی العاریۃ متی شاء"

اور یہی مسلک خود ابن حزم کا بھی ہے جسکو ہم بعد میں الگ عنوان سے بیان کریںگے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ عاریت پرلی ہوئی چیز اگر اتفاق سے ضائع یا برباد ہو جائے تو آیا اسکا ہرجانہ ادا کیا جائیگا یا نہیں ، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ضمان یعنی ہرجانہ لازم نہیں ہوگا ۔ مگر امام شافعی کے نزدیک ہوگا ۔ اگر مستعیر کی واضح غفلت یا زیادتی سے چیز ضائع ہوئی ہو تو ہرجانہ ادا کئے جانے پر بھی اجماع ہے ۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں یوں ہے :

"والعاریۃ امانۃ ان هلکت من غیر تعد لم یضمن (الخ) ان هلکت العاریۃ فان کان بتعد کحمل الدابۃ مالا یحمله مثلها او استعمالها استعمالا لا یستعمل مثلها من الدواب وجب الضمان بالاجماع وان کان بغیرہ لم یضمن وقال الشافعی یضمن لانه قبض مال غیرہ لنفسه لا عن استحقاق فیضمن قوله لنفسه احترازعن الودیعۃ لان قبض المودع فیها لاجل المودع لا لمنفعۃ نفسه الی آخرہ ۔"

کیونکہ ہمیں عاریت کے فقہی اختلافات سے اس وقت کوئی سروکار نہیں ۔ اس لئے ہم اس پر مزید گفتگو نہیں کرتے ۔ مگر اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان تمام روایات اور بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی نے اس سلسلے میں یہ نہیں کہا کہ اگر معیر دولت مند ہو اور اس کے پاس فاضل سامان ہو تو وہ عاریت پر نہیں دیگا بلکہ مستعیر کو ہمیشہ کے لئے دے دیگا نہ کسی نے اس سوال کو اٹھایا کہ اگر عاریت پر دی ہوئی چیز فاضل مال رکھنے والے کی تھی تو تعدی اور زیادتی کی صورت میں بھی ہرجانہ ادا نہ کیا جائیگا ۔

عاریت کے سلسلے میں مختلف روایات اور ان کے کثیر طرق پر مندرجہ ذیل کتب دیکھی جا سکتی ہیں ، ہم طوالت کے خوف سے ان سب طرق اور ان کی ابحاث کو مفصل نقل نہیں کر سکتے ۔

۱۔ نصب الرایہ

۲۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ

۳۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر

۴۔ سنن دارقطنی۔

زیلعی نے صفوان سے زرہوں کے مستعار لینے والی حدیث کے مختلف طرق اور ان کی حیثیت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

"قلت بل هما واقعتان يدل عليه ما رواه عبد الرزاق في "مصنفه" في أثناء البيوع، اخبرنا معمر عن بعض بني صفوان عن بني صفوان عن صفوان ان النبي صلى الله عليه وسلم استعار منه دراعين احدهما بضمان، والاخرى بغير ضمان"[1]

پھر زیلعی لکھتے ہیں:

احادیث الباب: اخرج ابوداؤد والنسائی عن قتادة عن عطاء بن ابی رباح عن صفوان بن یعلی بن امیة عن ابیه یعلی بن امیة: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، اذا اتتك رسلی فاعطهم ثلاثین بعیرا وثلاثین درعا، قال فقلت یا رسول الله اعارية مضمونة او عارية مؤداة؟ قال بل مؤداة، انتهی، ورواه ابن حبان فی صحیحه فی النوع الحادی عشر من القسم الرابع، قال عبد الحق فی "احکامه": حدیث یعلی بن امیه اصح من حدیث صفوان بن امیه، قال ابن القطان: وذالك لان حدیث صفوان هو من روایة شریك عن عبد العزیز بن رفیع ولم یقل: حدثنا، وهو مدلس، واما امیة بن صفوان فخرج له مسلم انتهی کلامه"

پس ثابت ہوا کہ یعلی بن امیہ کی حدیث امیہ بن صفوان کی حدیث سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ ساتھ یہ بھی جان لیں کہ امیہ بن صفوان سے بھی مسلم روایت کرتے ہیں جو ان کے ثقہ ہونے پر دال ہے۔

کلاباذی کتاب الجمع بین رجال الصحیحین سے پتہ چلتا ہے کہ امیہ بن صفوان

---

[1] پس واضح ہوا کہ دو مرتبہ زرہیں لی گئی تھیں، ایک مرتبہ ضمان کی شرط پہ اور ایک مرتبہ اس شرط سے بغیر۔

سے سفیان بن عیینہ نے " الفتن " میں روایت کی ہے جو مسلم میں موجود ہے۔ اور مزید تقریب التہذیب سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی روایت مقبول ہے۔ بخاری نے "ادب المفرد" میں، اور نسائی و ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں ان سے روایت کی ہے۔

جہاں تک یعلی بن امیہ کا معاملہ ہے، کلاباذی نے لکھا ہے کہ ان سے مسلم اور بخاری دونوں نے روایت کی ہے۔ تقریب التہذیب میں ہے کہ یہ مشہور صحابی ہیں اور ان سے صحاح ستہ کے تمام مصنفین روایت کرتے ہیں۔

عاریت کی بحث میں ایک مقام پر زیلعی لکھتے ہیں کہ حدیث " المنحۃ مردودۃ و العاریۃ مؤداۃ " کو ابی امامہؓ سے ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد ان اصحابؓ سے روایات کے مختلف طرق کو بیان کیا ہے جس کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

(بقیہ آخری قسط آئندہ، ان شاء اللہ!)

ضروری گزارش

" ترجمان الحدیث " سراسر دینی خدمت ہے۔ اس " دینی خدمت " کے سلسلہ کو مزید وسیع کرنے کے لئے ہم نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ دینی ذوق رکھنے والے حضرات کو نمونہ کے پرچے بالکل مفت ارسال کئے جائیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک، اس کے حلقۂ خریداری کو وسیع کر کے " ترجمان " پہنچایا اور اس کو متعارف کرایا جا سکے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے اپنے حلقہ کے دینی ذوق رکھنے والے احباب اور اصحاب کے پتے، (منیجر ماہنامہ ترجمان الحدیث ۲۷۔ ایبک روڈ، انارکلی۔ لاہور) کے نام ارسال فرما کر اس مبارک سلسلہ میں معاون اور عند اللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ خیرا!

منیجر